تحفۂ حنفیہ

بجواب

تحفہ اہل حدیث

تالیف

ابو صہیب مولانا محمد داؤد ارشد حفظہ اللہ

www.sirat-e-mustaqeem.com

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں۔

نام کتاب

تحفۂ حنفیہ بجواب تحفۂ اہل حدیث

تالیف

ابو صہیب مولانا محمد داود ارشد مد ظلہ العالی

تاریخ اشاعت

اپریل ۲۰۰۶ء

مطبوعہ

علی آصف پرنٹرز لاہور

ملنے کا پتہ

نعمانی کتب خانہ

لاہور

e-mail: nomania2000@hotmail.com

ملنے کے پتے

- اسلامی اکیڈمی الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور
- فاران اکیڈمی الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور
- مکتبہ نعمانیہ اردو بازار گوجرانوالہ
- مکتبہ اسلامیہ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
- نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ اردو بازار لاہور
- عبدالوالی کتاب گھر اردو بازار گوجرانوالہ
- مکتبہ اہلحدیث امین پور فیصل آباد
- فاروقی کتب خانہ بوہڑ گیٹ ملتان

www.sirat-e-mustaqeem.com

فصل چہارم

دیوبندیوں کا مکروہ چہرہ

اس فصل میں ہم نے چند ایسی احادیث کو جمع کیا ہے جس کے آدھے حصہ کو یہ حضرات مانتے ہیں اپنے مؤقف ومذھب کی تائید میں نقل کر کے خصم کو حجت باور کراتے ہیں۔ مگر انہیں احادیث کے بقیہ حصہ سے جو مسئلہ یا مسائل ثابت ہوتے ہیں ان کا محض تقلید کی وجہ سے انکار کرتے ہیں۔

ان روایات کے انتخاب کے لیے ہم نے مبتدعین دیابنہ کی اہل حدیث کے رد میں لکھی ہوئی معروف کتاب "حدیث اور اہل حدیث" کو منتخب کیا ہے۔ پہلے ہم نے مذکورہ کتاب سے متن روایت نقل کیا ہے، پھر دیابنہ کا استدلال بیان کر کے آخر میں فقہاء احناف کی عبارات کو نقل کر کے حدیث کے اس مقام کی نشان دہی کی ہے جس کو فرقہ دیوبندی تقلیدی وجہ سے نہیں مانتا مگر اسی حدیث کی بنا پر اہل حدیث کو مطعون بھی کیا جارہا ہے۔ یہ اتنا گھٹیا اور بد تر فعل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہود کے اسی کردار کی وضاحت کرتے ہوئے ان کو دنیا میں ذلت اور آخرت میں عذاب جہنم کی وعید سنائی ہے۔

ارشاد ہوتا ہے:

﴿افتؤمنون ببعض الکتب وتکفرون ببعض فما جزآء من یفعل ذلک منکم الا خزی فی الحیوۃ الدنیا ویوم القیمۃ یردون الی اشد العذاب﴾ (البقرہ:85)

تو کیا مانتے ہو بعض کتاب کو اور نہیں مانتے بعض کو، سو کوئی سزا نہیں اس کی جو تم میں یہ کام کرتا ہے مگر رسوائی دنیا کی زندگی میں اور قیامت کے دن پہنچائے جاویں سخت سے سخت عذاب میں۔

(ترجمہ مولوی محمود حسن خاں دیوبندی)

بہر حال آیئے اب یہ احادیث ملاحظہ کریں

www.sirat-e-mustaqeem.com

(۱) کتے کا جوٹھا برتن

حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

((اذا ولغ الکلب فی اناء احدکم فلیرقہ ثم لیغسلہ سبع مرار))

جب کتا تم میں سے کسی کے برتن میں منہ ڈالدے تو اسے چاہیے کہ وہ اسے بہا کر سات مرتبہ (برتن کو) دھولے۔

(مسلم ص137ج1)

اس حدیث کو نقل کر کے مولوی انوار خورشید دیوبندی نے پانی قلیل کی نجاست پر استدلال کیا ہے۔

(حدیث اور اہل حدیث139)

مگر اسی حدیث میں کتے کے جھوٹے برتن کو سات بار دھونے کا حکم نبوی موجود ہے۔ مگر حنفی نبی ﷺ کے اس فرمان کی حکم عدولی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ تین بار ہی دھونا لازمی و ضروری اور کافی ہے۔ ھدایہ میں ہے:

((وسور الکلب نجس و یغسل الاناء من ولوغہ ثلاث))

یعنی کتے کا جھوٹا پلید ہے اور اس کے منہ ڈالنے سے برتن کو تین بار دھویا جائے۔(ھدایہ مع فتح القدیر ص94ج1)

(۲) حرام اشیاء سے علاج

حضرت طارق بن سوید الجھنی رضی اللہ عنہ نے

سال النبی ﷺ عن الخمر فنھاہ و کرہ ان یضعھا للدواء فقال انہ لیس بداوء ولکنہ داء))

نبی ﷺ سے شراب کے متعلق سوال کیا آپ علیہ السلام نے انہیں روک دیا اور دوا کے لیے شراب بنانے کو ناپسند کیا اور فرمایا کہ یہ دوا نہیں ہے یہ تو بیماری ہے۔(مسلم ص163ج۲)

www.sirat-e-mustaqeem.com

اس حدیث سے مؤلف "حدیث اور اہل حدیث" نے صفحہ 154 پر شراب کے نجس ہونے پر استدلال کیا ہے مگر اسی حدیث سے یہ مسئلہ ثابت ہوتا ہے کہ حرام چیز کو شفا کی غرض سے استعمال کرنا جائز نہیں کیونکہ ان میں شفا نہیں بلکہ یہ خود بیماری ہیں لیکن فقہ حنفی میں صاف لکھا ہے کہ:

((لو ان مریضا اشار الیه الطبیب بشرب الخمر روی عن جماعة من ائمة بلخ انه ینظر ان کان یعلم یقینا انه یصح حل له التناول))

اگر مریض کو معالج شراب پینے کا مشورہ دے تو اس بارے میں آئمہ بلخ سے روایت ہے کہ اگر یہ علاج یقینی ہو تو شراب پی لینا حلال ہے۔(فتاوی عالم گیری ص255ج5)

اس کے بعد صراحت ہے کہ اگر مسلمان طبیب خون پیشاب اور مردار کھانے پینے کا مشورہ دے اور ان کا کوئی متبادل بھی نہ ہو تو ان کو استعمال کرنا جائز ہے۔ایضاً

اس سے بھی بڑھ کر پڑھئے کہ:

((فقد ثبت ذلك فی المشاهیر من غیر انکار والذی رعف فلا یرقأ دمه فاراد ان یکتب بدمه علی جبهة شیئا من القرآن قال ابو بکر الا سکاف یجوز))

یعنی یہ مسئلہ مشاہیر سے بغیر کسی انکار کے ثابت ہے کہ اگر کسی کی نکسیر بند نہ ہوتی ہو تو اس نے اپنے ماتھے پر خون کے ساتھ قرآن میں سے کچھ لکھنا چاہا تو ابو بکر اسکاف نے کہا یہ جائز ہے۔(فتاوی عالم گیری ص356ج5)

فتاوی قاضی خاں میں اس سے آگے مزید بھی لکھا ہے کہ:

((قیل لو کتب بالبول قال لو کان فیه شفاء لا باس به))

کہا گیا ہے کہ اگر پیشاب کے ساتھ لکھے تو اس نے کہا ہے کہ اگر اس میں شفاء ہو تو کوئی حرج نہیں۔

(قاضی خاں علی حامش عالم گیری ص404ج3)

ابن نجیم نے تو اپنی فقاہت کو عروج پر پہنچاتے ہوئے ماشاء اللہ اس کی دلیل بھی درج کی

www.sirat-e-mustaqeem.com

ہے کہ:

((وکذا اختار صاحب الهدایه فی التجنیس فقال اذا صال الدم من انف انسان یکتب فاتحة الکتاب بالدم علی جبهته وانفه یجوز ذلك لاستشفاء والمعالجة ولو کتب بالبول ان علم ان فیه شفاء لا باس بذلك لکن لم ینقل و هذا لان الحرمة ساقطة عند الا ستشفاء الا تری ان العطشان یجوز له شرب الخمر والجائع یحل له اکل المیته))

صاحب ھدایہ نے تجنیس میں اسی کو اختیار کیا ہے کہ ناپاک چیز سے علاج کرنا جائز ہے۔ انہوں نے کہا اگر کسی انسان کے ناک سے نکسیر پھوٹ گئی اور اس نے خون کے ساتھ اپنی پیشانی اور ناک پر سورہ فاتحہ کو لکھ دیا' تو طلب شفاء کے لیے جائز ہے اور اگر یہ یقین ہو کہ پیشاب کے ساتھ لکھنے سے شفاء ہو گی تو پیشاب کے ساتھ لکھنا بھی جائز ہے' لیکن یہ منقول نہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ طلب شفاء کی وجہ سے حرمت ساقط ہو جاتی ہے جیسے بھوکے پیاسے کے لیے مردار اور شراب پینا حرام نہیں ہے۔

(البحر الرائق ص116 ج1 و فتاوی شامی ص210 ج1)

یہ فتویٰ فتاویٰ سراجیہ ص75 وغیرہ میں بھی منقول ہے۔الغرض حنفی حضرات مذکورہ احادیث سے شراب کی نجاست تو ثابت کرتے ہیں مگر حرام چیز سے علاج کے قائل ہیں حالانکہ حدیث کا بنیادی نقطہ ہی یہ ہے کہ حرام چیز میں شفاء نہیں بلکہ وہ خود بیماری ہے' مگر فقاہت کے ان ٹھیکے داروں نے جہاں اس حدیث کو پس پشت ڈالا ہے وہیں پہ عظمت قرآن کو بھی لگے ہاتھوں سے ساقط کر دیا ہے۔انا للہ وانا الیہ راجعون

پھر اس پر جو دلیل عنایت کی ہے وہ بھی عجیب تر ہے' کجا حلت و حرمت کا مسئلہ کہ مضطر پر مردار کا مباح ہونا نص قطعی سے ثابت ہے' مگر قرآن کی عظمت کے ساقط ہونے پر کوئی دلیل ہی نہیں؟

www.sirat-e-mustaqeem.com

(۳) کھٹے ڈکار کا مسئلہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک ضعیف (تفصیل دین الحق ص110 ج 1 میں دیکھئے) روایت مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

((من اصابه قی او رعاف او قلس او مزی فلینضرف فلیتوضاء))(الحدیث)

جسے دوران نماز قے آجائے یا نکسیر پھوٹ پڑے یا کھٹا ڈکار آجائے تو وہ نماز سے علیحدہ ہو کر دوبارہ وضو کرے۔

(ابن ماجہ 87)

اس روایت سے مبتدعین دیابنہ نے خون کے نکلنے سے وضو کے ٹوٹ جانے پر استدلال کیا ہے کہ نکسیر خون ہی ہے اور بہتی ہے۔(حدیث اور اہل حدیث 189)

مگر اسی حدیث میں لفظ قلس ہے جس کا خیر سے مبتدعین دیابنہ کے انوار خورشید نے معنی 'منہ بھر کے قے ہو جائے' کیا ہے۔(حدیث اور ہل حدیث ص 187)

حالانکہ حدیث میں قے کے لیے لفظ قئی علیحدہ آیا ہے۔ جس کا معنی انہوں نے الٹی ہو جائے کیا ہے' اور آگے قلس کا معنی مذکورہ کر دیا ہے۔اس بے ایمانی کی وجہ یہ ہے کہ احناف کے نزدیک قے منہ بھر کر آئے تو اس سے وضو ٹوٹتا ہے ورنہ نہیں۔اس اعتراض سے جان چھڑانے کے لیے انہوں نے حدیث کے مفہوم کو ہی بگاڑ دیا ہے۔ آیئے ہم آپ کو اس کا معنی آئمہ لغت سے دکھاتے جائیں۔

علامہ فیومی فرماتے ہیں کہ:

((قلس خرج من بطنه طعام او شراب الی الفم و سواء القاء او اعاد الی بطنه اذا کان مل الفم او دونه فا ذا غلب فهو قی))

یعنی قلس کہتے ہیں پیٹ سے منہ کی طرف کھانا یا پانی آنے کو خواہ قے ہو یا نہ ہو اور دوبارہ پیٹ میں لوٹ جائے خواہ منہ بھر کر آئے یا نہ آئے اور جب اس چیز کا غلبہ ہو یعنی کھانا منہ سے باہر

www.sirat-e-mustaqeem.com

آجائے تو اسے قے کہتے ہیں۔

(المصباح المنیر ص 513)

الغرض پیٹ سے پانی یا کھانا نکل کر حلق میں آکر دوبارہ پیٹ میں لوٹ جائے تو اسے عربی زبان میں قلس کہتے ہیں۔ علامہ ابن منظور لکھتے ہیں کہ

((القلس ان یبلغ الطعام الی الحلق ملأ الحلق اودونه ثم یرجع الی الجوف))

یعنی قلس کا معنی ہے کہ پیٹ سے کھانا نکل کر حلق میں آجائے خواہ حلق اس سے بھر جائے یا نہ بھرے' پھر دوبارہ پیٹ میں لوٹ جائے۔ (لسان العرب ص 179 ج 6)

قلس کا یہی معنی (مجمع بحار الانوار ص 318 ج 4 و تاج العروس ص 221 ج 4" وغیرہ معتبر کتب لغت میں لکھا ہے۔ جن کے مصنفین میں سے حنفی المذھب کے حامل بھی ہیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ حنفی اس حدیث سے خون نکلنے سے وضو کے ٹوٹ جانے کے تو قائل ہیں مگر قلس کھٹاڈکار آنے پر وضو کے ٹوٹنے کے قائل نہیں۔ حالانکہ دونوں ایک ہی حدیث میں بیان ہوئے ہیں۔

(۴) قے سے روزہ ٹوٹنے کا مسئلہ

مؤلف حدیث اور اہل حدیث ص 191 پر سنن ترمذی سے نقل کرتے ہیں کہ:

((عن ابی الدرداء ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قاء فتوضاء))

یعنی حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قے کی اور وضو کیا' اس حدیث سے مبتدعین دیابنہ کا استدلال یہ ہے کہ قے کی وجہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ۔ مگر اس روایت میں " قاء فتوضاء " کے الفاظ صرف ترمذی نے نقل کیے ہیں' باقی آئمہ حدیث نے "قاء فافطر " کے الفاظ نقل کیے ہیں۔ مسند احمد ص 195 ج 1 و ابو داؤد ص 324 ج 1 و دارمی ص 14 ج 2 و دار قطنی ص 158 ج 1 و طحاوی ص 404 ج 1 و ابن

www.sirat-e-mustaqeem.com

حبان و مستدرک حاکم ص426ج1 و بیہقی ص220ج1) وغیرہ بلکہ خود امام ترمذی نے کتاب الصیام میں "قاء فافطر" کے الفاظ بیان کیے ہیں۔(ترمذی مع تحفہ ص44ج2)

ان الفاظ کا مفاد یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے قے کی اور روزہ افطار کیا مگر کتنے ستم کی بات ہے کہ حنفی حضرات اس روایت کے الفاظ "قاء فتوضاء" سے وضو کے حدث کو تو مانتے ہیں مگر اسی حدیث کے الفاظ "قاء فافطر" کے الفاظ سے قے کی وجہ سے روزہ ٹوٹ جانے کو تسلیم نہیں کرتے۔

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ:

(ولیس فی هذین الجدیثین دلیل علی ان القی کان مفطرا له انما فیه انه قاء فافطر بعد ذلك)

یعنی اس میں قے کی وجہ سے روزہ ٹوٹ جانے کی دلیل نہیں ہے کیونکہ اس میں تو اس امر کا بیان ہے کہ قے کی اور اس کے بعد روزہ افطار کیا۔(شرح معانی الاثار ص405ج1)

مگر اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ قے کی اور اس کے بعد وضو کیا اس بے انصافی کی کوئی حد ہے کہ اپنے اور بیگانے کے لیے ان کے ہاں پیمانے ہی جدا جدا ہیں۔

(۵) استنجا میں ڈھیلے کا مسنون عدد

مؤلف حدیث اور اہل حدیث نے ص209 میں سنن دار قطنی ص54ج1 سے حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ کی روایت سے فرمان نبوی نقل کیا ہے کہ

((امرنا صلی الله علیه و سلم ان لا نستقبل و لا نستدبرها)) (الحدیث)

نبی ﷺ نے حکم دیا کہ ہم قبلہ کی طرف نہ رخ کریں نہ پشت۔

اس حدیث سے مبتدعین دیابنہ کا یہ استدلال ہے کہ پیشاب پاخانہ کرتے وقت قبلہ کی جانب منہ اور پشت نہ کرنی چاہئے۔ لیکن مئولف "حدیث اور اہل حدیث" نے اپنے مخالف حصہ کو نقل ہی نہیں کیا' پھر مزید بددیانتی یہ کی کہ حدیث ترمذی' نسائی' ابن ماجہ کے

www.sirat-e-mustaqeem.com

علاوہ صحیح مسلم میں بھی موجود تھی ان کو چھوڑ کر سنن دار قطنی کا حوالہ دے دیا تاکہ اگر کوئی اردو دان اس کی مراجعت کرنا چاہے تو حقیقت حال کو معلوم نہ کر سکے۔ اب آیئے اس مخالف حصہ کو ملاحظہ کریں:

حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں پیشاب پاخانہ کرتے وقت قبلہ کی جانب منہ اور پشت کرنے اور دائیں ہاتھ سے استنجا کرنے سے منع فرمایا ہے۔

((او ان نستنجي باقل من ثلثة احجار او ان تستنجي برجيع او بعظم))

یا تین پتھروں سے کم استنجا کرنے سے یا گوبر اور ہڈی سے استنجا کرنے سے منع فرمایا۔

(صحیح مسلم ص130 ج1 و ترمذی مع تحفہ ص27 ج1 و نسائی ص9 ج1 و ابن ماجہ (316))

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ استنجا میں تین پتھروں سے کم لینا جائز نہیں اور یہ کہ کم از کم تین مسنون ہیں' بلکہ مسند احمد کی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ ((و لا نكتفي بدون ثلاثة احجار)) یعنی تین پتھروں سے کم پتھر استنجا میں کفایت ہی نہیں کرتے۔ (مسند احمد ص437 ج5)

یہی نہیں بلکہ جس روایت کو مؤلف "حدیث اور اہل حدیث" نے نقل کیا ہے اس میں بھی یہ الفاظ ہیں کہ ((و لا نستكفي بدون ثلاثة احجار)) یعنی تین پتھروں سے کم پتھر استنجا میں کفایت نہیں کرتے۔

(سنن دار قطنی ص54 ج1)

مگر مبتدعین حنفیہ اس حصہ سے بغاوت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ مسنون نہیں۔ ھدایہ میں ہے ((و ليس فيه عدد مسنون)) یعنی استنجا میں ڈھیلے کا عدد مسنون نہیں۔ (ھدایہ مع فتح القدیر ص187 ج1)

دیکھا آپ نے ایک ہی حدیث کو مخالف پر حجت قائم کرتے ہوئے نقل کرتے ہیں مگر اسی حدیث کے باقی حصہ پر ایمان لانے سے انکار کرتے ہیں بلکہ قوم موسیٰ کے نقش قدم پر چلتے

www.sirat-e-mustaqeem.com

ہوئے مخالف الفاظ کو ہضم کر جاتے ہیں۔انا للہ وانا الیہ راجعون

(۶) جوتے سمیت نماز پڑھنے کا مسئلہ

مؤلف "حدیث اور اہل حدیث" نے ص233 پر "سنن ابوداود ص95 ج1 سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام صحابہ کرام کو نماز پڑھا رہے تھے کہ اچانک آپ نے جوتیاں اتار کر بائیں طرف رکھ دیں، صحابہ کرام نے یہ دیکھا تو انہوں نے بھی جوتیاں اتار کر بائیں طرف رکھ دیں۔ حضور علیہ السلام نے نماز سے فارغ ہو کر پوچھا کہ تمہیں جوتیاں اتارنے پر کس چیز نے ابھارا؟ صحابہ نے عرض کیا ہم نے آپ کو جوتیاں اتارتے دیکھا تو ہم نے بھی اتار دیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے جبریل امین نے آکر خبر دی تھی کہ جوتیوں میں ناپاکی (لگی ہوئی) ہے۔ اس سے مبتدعین دیابنہ کا استدلال ہے کہ کپڑے وغیرہ کا نماز میں پاک ہونا شرط ہے۔ (حدیث اور اہل حدیث 234)

مگر قارئین کرام حیران ہونگے کہ مبتدعین کے سورمے نے اپنے مخالف ٹکڑے کو نقل ہی نہیں کیا۔ حدیث کے اگلے الفاظ ہیں:

(اذا جاء احدکم الی المسجد فلینظر فان رای فی نعلیه قذرا او اذی فلیمسه ولیصل فیهما)

جب تم میں سے کوئی مسجد میں آئے تو اپنے جوتوں کو دیکھے اگر ان میں کوئی پلیدی ہو تو زمین پر رگڑ لے پھر ان میں نماز پڑھ لے۔ (ابو داود ص95 ج1 و بیھقی ص 431 ج2 و دارمی ص370 ج1 و مسند احمد ص20,92,411 ج3 طیالسی رقم الحدیث (2154) و مستدرک حاکم ص260 ج1)

حدیث نبوی کے یہ الفاظ اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ جوتے میں نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ہے مگر مبتدعین دیابنہ کا موقف ہے کہ جوتے سمیت نماز پڑھنا ادب کے منافی ہے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

مولانا تقی عثمانی فرماتے ہیں کہ ادب کا تقاضا یہی ہے کہ جوتے اتار کر نماز پڑھی جائے' چنانچہ ہمارے فقہاء نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ (درس ترمذی ص165ج2)

اس تحریر کا مطلب صاف ہے کہ جوتے سمیت نماز پڑھنا ادب کے منافی ہے مگر یہ غور نہیں فرمایا کہ اس کا ارشاد تو رسول اللہ ﷺ فرما رہے ہیں کیا آپ حضرات ان کو ادب کا درس دے رہے ہیں۔ ثم اقول' غور کیجئے کہ اس حدیث سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر کسی غلطی کی وجہ سے نمازی کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ اس کے کپڑے وغیرہ نجس تھے تو اسے نماز لوٹانے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ آنخضرت ﷺ نے ان جوتوں میں پڑھی ہوئی نماز لوٹائی نہیں' مگر ہمارے مہربان اس اعتراض سے جان چھڑاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ نجاست تھوڑی ہو گی جو معاف ہے۔ (حدیث اور اہل حدیث (234)

مگر یہاں (ہو سکتی) سے بات نہیں بنے گی صریحاً دلیل پیش کیجئے۔ علاوہ ازیں جب آپ نے تسلیم کر لیا کہ نجاست تھوڑی تھی جو صحت نماز کے منافی نہ تھی تو خصم پر حجت کس طرح قائم کر رہے ہو کیوں کہ آپ نے جوتے اتارنے کو دلیل بنایا ہے مگر اس جگہ اعتراف کر لیا ہے کہ اگر نہ بھی اُتارتے تو تب بھی صحت نماز کے منافی نہ تھے۔ یہ ہیں بلا شرکت غیر فقہ کی ٹھیکے داری کا دعوی کرنے والے کہ مخالف پر وہ دلیل قائم کر رہے ہیں جس پر ان کا اپنا ایمان نہیں اور یہ ہیں علوم نبویؐ کے وارث ہونے کا دعوٰی کرنے والے جو متن حدیث میں مطلب بر آری کے لیے تحریف کرتے ہیں۔

(۷) مساجد میں قضاء کا مسئلہ

مؤلف (حدیث اور اہل حدیث نے صفحہ 237) پر (صحیح مسلم ص138ج1) سے ایک حدیث نقل کی ہے جس سے یہ بات ثابت کی ہے کہ صحت صلاۃ کے لیے جگہ کا پاک ہونا شرط ہے مگر اسی حدیث میں الفاظ نبوی ہیں:

((انما ھی لذکر اللہ و الصلوۃ وقرأۃ القران))

www.sirat-e-mustaqeem.com

یعنی مساجد صرف اور صرف اللہ کا ذکر نماز اور تلاوت قرآن کے لیے ہیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ ان کے علاوہ مساجد میں کوئی اور کام کرنا جائز نہیں۔ مگر حنفی اس فرمان نبوی پر ایمان لانے کو تیار نہیں بلکہ منکر ہیں کیونکہ احناف کے نزدیک مساجد میں فیصلے کرنے جائز ہیں۔ فصل دوم کے نمبر 7 کے تحت ہم عرض کر چکے ہیں کہ صاحب ھدایہ نے اپنے مؤقف کی تائید میں والحکم کے لفظ کا اضافہ کیا ہے۔

پھر غور کیجئے کس اہل حدیث نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ مساجد میں پیشاب کرنا جائز ہے کہ مؤلف 'حدیث اور اہل حدیث اعرابی والی حدیث کو ہمارے خلاف نقل کر کے ہمیں مطعون کر رہا ہے۔

مولوی انوار خورشید تو فوت ہو چکا ہے اس کا معاملہ بھی اللہ کے سپرد ہو گیا ہے مجھے یقین ہے کہ اگر اس سے اس غلط بیانی کے متعلق سوال ہوا تو لاجواب ہو جائے گا۔ انشاء اللہ

(۸) اعتراف بھی انکار بھی

مبتدعین دیابنہ کے محقق نے (حدیث اور اہل حدیث ۲۴۰) میں (صحیح بخاری ۲۲۸) سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مزدلفہ میں دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھا اور "صلی الفجر قبل میقاتھا" اور نماز فجر کو وقت سے پہلے پڑھا۔

اس حدیث کے الفاظ "قبل وقتھا" کا معنی کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ نے ایک دفعہ حج کے موقعہ پر مزدلفہ میں غلس (اندھیرے) میں نماز پڑھی۔ (حدیث اور اہل حدیث 246)

دیکھیے مبتدعین دیابنہ کا سورما اس حدیث کو مخالف پر حجت قائم کرتے ہوئے نقل کرتا ہے مگر "قبل و قتھا" کا معنی غلس اور غلس بمعنی اندھیرا کہتا ہے۔ اب ان علم و فضل کے

www.sirat-e-mustaqeem.com

دعوے کرنے والوں سے پوچھیے کہ لغت کی کس کتاب میں " قبل وقتها " کا معنی غلس اور غلس کا معنی اندھیرا لکھا ہے۔

یقین جانئے کہ اگر پوری دنیا کے مبتدعین دیابنہ اکٹھے ہو جائیں تب بھی یہ معنی ثابت نہیں کر سکتے۔ سنئے "قبل وقتها" کا معنی ہے کہ وقت سے پہلے جب کہ غلس کا معنی ہوتا ہے طلوع فجر کے وقت ایسا اندھیرا جس میں صبح کی روشنی مل جل گئی ہو' اس پر آئمہ لغت اور شارحین احادیث کی عبارات کے لیے (دین الحق ۱/۱۴۷) کی مراجعت کریں۔ اختصار کی بنا پر یہاں ایک مزید حوالہ نقل کیا جاتا ہے' علامہ فتنی حنفی مرحوم فرماتے ہیں:

((غلس هو الظلمة آخر الليل اختلطت بضوء الصباح))

یعنی غلس کا معنی ہے رات کے آخری حصہ کا اندھیرا جس میں صبح کی روشنی مل گئی ہو۔

(مجمع بحار الانوار ۲/۵۶)

اور یہ وقت باتفاق فریقین نماز صبح کا وقت ہے' لهذا یہ "قبل وقتها" نہیں ہے۔ اس پر مزید تفصیل دین الحق میں دیکھیے۔ الغرض حنفی ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث سے مخالف پر دلیل قائم کرتے ہیں مگر خود یہ حضرات اس پر ایمان لانے کی بجائے تاویل کرتے ہیں۔

(۹) مکروہ اوقات میں مردہ کو دفن کرنا

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تین اوقات میں نماز پڑھنے اور مردے کو دفن کرنے سے منع فرمایا۔ (صحیح مسلم ص276ج1)

اس حدیث کو مؤلف (حدیث اور اہل حدیث ۲۵۰) میں نقل کر کے طلوع آفتاب زوال آفتاب اور غروب آفتاب کے وقت نماز پڑھنے کی ممانعت ثابت کرتا ہے مگر اسی حدیث میں یہ الفاظِ نبوی بھی موجود ہیں کہ ((ان نقبر فيهن موتانا)) یعنی ان تین اوقات میں مردوں کو دفنانے سے ہمیں منع فرمایا۔ مگر کتنے ہی ستم کی بات ہے کہ مبتدعین دیابنہ فرمان نبوی کے اس حصہ کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

مولانا تقی عثمانی فرماتے ہیں کہ جہاں تک دفن کا تعلق ہے وہ ہمارے نزدیک اوقات مکروہ میں بھی درست ہے۔اور حدیث باب میں "او نقبر فیھن موتانا" سے نماز جنازہ مراد ہے۔

(کمافی المبسوط للسرخسی ص68ج2باب غسل المیت درس ترمذی ص306ج3)

حالانکہ "نقبر "قبر سے مشتق ہے۔علامہ فتنی اس کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں

((او نقبر فیھن ای ندفن من قبرہ)) (مجمع بحارالانوار ص197ج4)

یعنی اس کا معنی دفن کرنا ہے' علامہ نووی نے (شرح صحیح مسلم ص276ج1)میں اس کے معنی نماز جنازہ کو ضعیف کہا ہے مزید تفصیل کے لیے (تحفۃ الاحوذی ص144ج2)کی مراجعت کریں۔خیر ہمیں اس پر گواہوں کی ضرورت نہیں کیونکہ خود مولوی انوار خورشید نے اس کا معنی "دفنانے "کیا ہے۔(حدیث اور اہل حدیث250)

اسی طرح مولوی عابدالرحمٰن صدیقی کاندھلوی حنفی دیوبندی نے'اور مردوں کو دفن کرنے سے روکتے تھے' کیا ہے۔(مترجم صحیح مسلم ص689ج1طبع مطبع سعیدی کراچی)

خلاصہ کلام یہ کہ اس حدیث سے اوقات مکروھہ میں نماز پڑھنے کی ممانعت پر دیابنہ کااستدلال ہے مگراسی حدیث کے دوسرے حصے مردوں کو دفن نہ کرنے کاانکار کرتے ہیں۔

یہ ہیں اہل سنت جو سنت کی پیروی کا دعویٰ کرتے ہیں مگر درحقیقت انہیں سنت سے بغض ہے۔

(۱۰) دوھری تکبیر

مبتدعین دیابنہ کے شیر بہادر نے (حدیث اور اہل حدیث262)میں حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو سنن اربعہ اور دارمی سے نقل کرکے دوھری تکبیر ثابت کی

www.sirat-e-mustaqeem.com

ہے۔ مگر اسی حدیث میں دوھری اذان بھی ثابت ہے' مگر کتنے ستم کی بات ہے کہ حدیث کے نصف حصے کو تو مطلب بر آری کے لیے تسلیم کر لیا مگر باقی نصف کو تقلیدی آری سے ذبح کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس مسئلہ پر مفصل بحث کے لیے دین الحق کی مراجعت کریں۔

(۱۱) مسئلہ رفع الیدین

مبتدعین کے محقق زماں نے (حدیث اور اہل حدیث ص273) میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث کو (صحیح مسلم ص173 ج1) سے اور حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی حدیث کو (مسلم ص168 ج1) سے نقل کر کے محل رفع الیدین میں پیش کیا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھوں کو کانوں تک اٹھایا جائے' مگر ان دونوں احادیث میں رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کرنے کا بیان ہے۔ جسے مولوی انوار خورشید تقلیدی ہاتھ کی صفائی سے ہضم کر گیا ہے۔ الغرض ان دونوں احادیث سے جملہ مبتدعین حنفیہ محل رفع میں استدلال کرتے ہیں مگر اس کے اگلے حصے کا محض تقلید سے انکار کرتے ہیں۔

(۱۲) ثناء کا بلند پڑھنا

آنحضرت ﷺ تکبیر تحریمہ کے بعد خاموشی (اخفاء) سے ((اللھم باعد بینی و بین خطایای)) پڑھا کرتے تھے۔

(بخاری ص103 ج1 و مسلم ص219 ج1)

اس اسوۂ حبیب کبریا ﷺ کے برعکس حنفیہ کا مؤقف ہے کہ (سبحانك اللھم وبحمدك) پڑھنا افضل و اعلیٰ اور بہتر ہے۔ اس سلسلہ میں جتنی مرفوع روایات بیان کی جاتی ہیں وہ ضعیف و معلول ہیں۔ ہاں البتہ ان الفاظ کا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے پڑھنا ثابت ہے۔ ہمارے مخاطب مولوی انوار خورشید نے بھی اس روایت سے "اللھم باعد بینی"

www.sirat-e-mustaqeem.com

کی بجائے "سبحانك اللهم وبحمدك" کا پڑھنا ثابت کیا ہے۔(حدیث اور اہل حدیث 288)

مگر کتنے ہی افسوس کی بات ہے کہ اسی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں ((كان يجهر بهولاء الكلمات))یعنی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کلمات کو بلند آواز سے پڑھا کرتے تھے۔(مسلم ص172ج1)

لیکن کتنے ہی ستم کی بات ہے کہ مبتدعین دیابنہ اس روایت کے پہلے حصہ کو تو قبول کرتے ہیں مگر "كان يجهر" پر تقلیدی آری چلاتے ہوئے کہتے ہیں کہ مرفوع کے بالمقابل موقوف حجت نہیں، مگر علم و فضل کے ان مدعیان سے پوچھ کر کون ان کی شان میں گستاخی کرے کہ حضرت جی اگر بلند پڑھنا مرفوع حدیث کے مخالف ہے تو کیا "سبحانك" پڑھنا مرفوع کے موافق ہے ؟اگر یہ دونوں ہی مخالف ہیں تو ایک کو مطلب بر آری کے لیے قبول کر لینا اور دوسرے کو تقلید کی وجہ سے ترک کرنا اور بہانہ مرفوع کے مخالف ہونے کا کرنا عیاری نہیں تو اور کیا ہے۔ الغرض اس روایت کے نصف حصے کو دیابنہ نے(جو ان کے مذہب کے موافق ہے کو)قبول کیا ہے اور باقی نصف حصہ جو انکے مذہب کے خلاف ہے اس کو قبول ہی نہیں کرتے جبکہ اس سے مخالف پر حجت بھی قائم کرتے ہیں۔

(۱۳)نماز میں پیدل چلنا

نماز میں سورہ فاتحہ کا مسئلہ ایک معرکۃ الارا مسئلہ ہے جس میں ہزاروں مناظرے ہوئے اور بیسیوں کتب فریقین کی طرف سے شائع کی گئی ہیں۔ مبتدعین دیابنہ ترک قراۃ خلف الامام کے سلسلہ میں حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کی روایت بھی پیش کرتے ہیں کہ:

جب وہ مسجد میں پہنچے تو آنحضرت ﷺ رکوع میں جا چکے تھے چنانچہ حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ صف میں ملنے سے پہلے ہی رکوع میں چلے گئے پھر حالت رکوع میں ہی چلتے ہوئے صف میں مل گئے۔اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ((زادك الله حرصا ولا تعد))یعنی اللہ

www.sirat-e-mustaqeem.com

تجھے نیکی کرنے پر اور حریص کرے پھر ایسا نہ کرنا۔ (بخاری ص108 ج1)

اس روایت سے دیابنہ کا استدلال ہے کہ اگر کوئی شخص امام کو رکوع میں پالے تو اس کی رکعت ہو جائے گی (حدیث اور اہل حدیث (346)

حالانکہ اس حدیث میں سرے سے اس کا بیان ہی نہیں کہ حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ نے اس رکعت کو بھی شمار کیا تھا' علاوہ ازیں آنحضرت ﷺ نے حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کے فعل کو پسند بھی نہیں کیا یہی وجہ ہے کہ آپ علیہ السلام نے آئندہ ایسا کرنے سے منع فرمایا' خیر ہم نے جو بات بیان کرنی ہے وہ فاتحہ خلف الامام کی بجائے نماز میں چلنا ہے کیونکہ اسی روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے تو رکوع کی حالت میں چلتے ہوئے صف میں شامل ہوئے۔

(طبرانی و طحاوی بحوالہ فتح الباری ص213 ج2)

مگر حنفیہ کہتے ہیں کہ یہ مکروہ ہے۔ اگر تین چار قدم یا اس سے زیادہ چلے تو نماز باطل ہو جائے گی۔

(فتاوی عالم گیری ص103 ج1)

احناف کا یہ فتوی اس حدیث کے صریحاً مخالف و معارض ہے مگر کتنے ستم کی بات ہے کہ حنفیہ اسی حدیث سے رکوع میں ملنے سے رکعت کا ثبوت پیش کرتے ہیں مگر اس روایت کے دوسرے حصے سے انکار کرتے ہیں۔

(۱۴) نماز کی آخری دو رکعتوں میں قرأت

حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا :

((وان لم تزد علی ام القران اجزات وان زدت فهو خیر)) (صحیح بخاری ص106 ج1)

یعنی نمازی اگر سورت فاتحہ سے زیادہ قرأت نہ کرے تو وہ کافی ہو گی اگر زیادہ کر لے تو بہتر ہو گی۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

حافظ ابن حجر نے (فتح الباری ص200ج2) میں اور علامہ عینی حنفی نے (عمدۃ القاری ص33ج6) میں تصریح کی ہے کہ یہ حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ کا فتویٰ ہی نہیں بلکہ حکماً مرفوع ہے۔اس حدیث کی بنا پر بعض علماء اہل حدیث کا یہ مؤقف ہے کہ اگر آخری دو رکعت میں بھی سورہ فاتحہ سے زیادہ پڑھ لیا جائے تو بہتر ہے۔ اس مؤقف پر نقد کرتے ہوئے مبتدعین دیابنہ کا محقق شہیر (صحیح بخاری ص107 ج1) سے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو نقل کرتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نماز ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور دوسری دو سورتیں پڑھتے تھے۔اور دوسری دو رکعتوں میں صرف سورہ فاتحہ پڑھتے تھے۔ (حدیث اور اہل حدیث 361)

آگے چل کر اس روایت سے نتیجہ اخذ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ان احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ چار رکعت والی نماز میں آخری دو رکعتوں کے اندر سورہ فاتحہ کے علاوہ دوسری سورت پڑھنا بھی جائز ہے۔(صفحہ 366)

مگر ہم عرض کرتے ہیں کہ اس حدیث سے مبتدعین کا سلفی علماء کو مطعون کرنا ان حضرات کے مؤقف اور مذھب کے خلاف ہے کیونکہ اگر اسی روایت سے زیادت علی الفاتحہ کی ممانعت ثابت ہوتی ہے تو اسی روایت سے ہی آخری دو رکعتوں میں قرأت فاتحہ بھی ثابت ہوتی ہے۔ مگر مبتدعین دیابنہ اس بات کو تو تسلیم نہیں کرتے کیونکہ ان کے نزدیک آخری دو رکعت میں صرف قیام فرض ہے۔خود مولوی انوار خورشید لکھتا ہے:

"اگر کوئی فرض نماز کی دوسری دو یا ایک رکعت میں خاموش کھڑا رہا تو بھی اس کی نماز ہو جائے گی۔

(ملخصاً حدیث اور اہل حدیث ص366)

مگر اس مؤقف کی مذکورہ حدیث سے نفی ہوتی ہے لیکن کتنے ہی ظلم و ستم کی بات ہے کہ جس حصے سے مخالف پر حجت قائم کرتے ہیں اسی حصے کو اپنے حق میں غیر مؤثر کہتے ہیں گویا خود تو اس پر عمل نہیں کرتے مگر مخالف پر دلیل قائم کرتے ہیں۔انا للہ وانا الیہ راجعون

www.sirat-e-mustaqeem.com

(۱۵)امام کی تسمیع و تحمید کہنے کی مثال

مبتدعین دیابنہ (سنن ابی داود ص 107 ج 1) سے حضرت ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی روایت پیش کرتے ہیں جو صحیح حدیث کے مخالف ہونے کے علاوہ سنداً بھی ضعیف ہے۔کیونکہ اس کی سند میں عیسیٰ بن عبد اللہ العمری راوی ہے جسے امام علی بن مدینی نے مجہول کہا ہے۔(تہذیب ص 217 ج 8)

کسی محدث سے ان کی توثیق منقول نہیں۔حافظ ابن حجر نے (تقریب ۲۷۱) میں اسے مقبول کہا ہے یعنی متابعت کی صورت میں ورنہ لین الحدیث ہے جیسا کہ حافظ صاحب نے مقدمہ تقریب میں صراحت کی ہے'

مگر یہاں اس کا کوئی متابع موجود نہیں' علامہ البانی نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے (ضعیف سنن ابی داود۔ص 70)

لیکن مبتدعین نے اس کو دلیل اور حجت بناتے ہوئے جلسہ استراحت کے عدم پر پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ پہلی اور تیسری رکعت کے دوسرے سجدے سے فارغ ہو کر بغیر بیٹھے سیدھے کھڑے ہو جانا مسنون ہے ۔(حدیث اور اہل حدیث ص 436,447)

مگر آپ حیران ہونگے کہ اسی روایت میں یہ الفاظ بھی آتے ہیں کہ:

((ثم رفع راسه يعني من الركوع فقال سمع الله لمن حمده اللهم ربنا لك الحمد و رفع يديه))

یعنی رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے "سمع الله لمن حمده اللهم ربنا لك الحمد" کہا اور رفع الیدین کیا۔

(سنن ابی داود ص 107 ج 1)

ان الفاظ کو مؤلف (حدیث اور اہل حدیث) نے اپنے مخالف جان کر بددیانتی

www.sirat-e-mustaqeem.com

کرتے ہوئے حذف کر دیا ہے کیونکہ اس میں رکوع سے اٹھتے وقت رفع الیدین کرنے کا ذکر تھا اور امام کا "اللھم ربنا لک......" کہنے کا بیان تھا۔اور حنفیہ کا مؤقف یہ ہے کہ امام صرف تسمیع کہے۔(درس ترمذی ص49ج2)

قارئین کرام آپ دیابنہ کی ہیرا پھیریاں ملاحظہ کریں کہ اول تو حضرت ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی صحیح حدیث جس میں جلسہ استراحت کا ذکر تھا (ابو داود ص106ج1) کو چھوڑ کر ضعیف روایت کا انتخاب کیا' دوسری چالاکی یہ کی کہ اپنے مخالف حصے کو حذف کر دیا۔ خلاصہ کلام یہ کہ مبتدعین دیابنہ اس حدیث کے ایک حصہ کو مطلب بر آری کے لیے تسلیم کرتے ہیں جب کہ اسی حدیث کے دوسرے حصہ کو ترک کرتے ہیں ۔اور دعوی اہل سنت ہونے کا کرتے ہیں۔

(۱۶) تعدیل ارکان کی مثال

صحیح بخاری ص109ج1 میں حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے ایک اعرابی کو نماز کا طریقہ سکھاتے ہوئے دونوں سجدوں کے درمیان اطمینان سے بیٹھنے کا حکم بھی ارشاد فرمایا کہ:

((ثم اسجد حتی تطمئن ساجدا ثم ارفع حتی تطمئن جالسا ثم اسجد حتی تطمئن ساجدا))الحدیث

یعنی پھر سجدہ کر' یہاں تک کہ تو سجدہ میں قرار پکڑ' پھر سجدہ سے سر اٹھا اور بیٹھ جا یہاں تک کہ تو بیٹھنے میں اطمینان پکڑ' پھر سجدہ کر یہاں تک کہ تو سجدہ میں مطمئن ہو جائے۔

(الحدیث باب امر النبی ﷺ الذی لا یتم رکوعہ بلاعادۃ رقم الحدیث793)

مسند احمد ص340ج4 و ابن حبان رقم الحدیث 1784 وغیرہ میں یہ حدیث رفاعۃ بن رافع رضی اللہ عنہ سے محمد بن عمرو کی سند سے مروی ہے جس میں مذکورہ مقام پر بیٹھنے کی کیفیت کا بھی ذکر ہے کہ "فا ذا رفعت راسك فاجلس علی فخذك الیسری" یعنی جب دونوں

www.sirat-e-mustaqeem.com

سجدوں کے درمیان بیٹھے تو اپنی بائیں ران پر بیٹھ۔ الغرض یہاں دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنے کی کیفیت کا بیان ہے۔ تفصیل کے لیے فتح الباری ص 221 ج 2 کی مراجعت کریں۔

مگر مبتدعین کا باوا آدم ہی نرالہ ہے کہ ان الفاظ کو تشہد پر محمول کرتے ہوئے مؤلف (حدیث اور اہل حدیث) لکھتا ہے کہ جب تشہد میں بیٹھے تو اپنے بائیں پاؤں پر بیٹھ۔ (حدیث اور اہل حدیث 456)

آگے چل کر اپنی اس کاروائی کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ یہ عدم تورک کی دلیل ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حالانکہ کسی محدث نے اس جگہ تشہد میں بیٹھنے کی کیفیت کی صراحت نہیں کی' تمام یہی کہتے ہیں کہ یہ کیفیت دو سجدوں کے درمیان بیٹھنے کی ہے۔

خیر ہم نے اس سے بھی پر لطف بات عرض کرنی ہے وہ یہ کہ اسی حدیث میں تعدیل ارکان کا حکم بھی زبان نبویؐ سے صادر ہوا ہے اور نہ کرنے والے کو آنحضرت ﷺ نے تین بار ارشاد فرمایا کہ:

((ارجع فصل فانك لم تصل))(بخاری ص 109 ج 1' ومسلم ص 170 ج 1 عن ابی ھریرۃ' ومسند احمد ص 340 ج 4' وابن حبان ص 139 ج 4 (1484) عن رفاعۃ بن رافع)

لوٹ جا اور دوبارہ نماز پڑھ کیونکہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔

مگر مبتدعین دیابنہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی جان بوجھ کر بھی تعدیل ارکان نہ کرے تو فریضہ نماز بہر حال اس سے ساقط ہو جائے گا۔ (درس ترمذی ص 48 ج 2) اور اس کی نماز باطل نہ ہو گی۔ (اشعۃ اللمعات ص 380 ج 1)

امام اکمل الدین البابرتی متوفی ھدایہ کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

((الا ختلاف تظهر فی حق جواز الصلاة بدونه))

یعنی اس اختلاف سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ تعدیل ارکان کے بغیر بھی نماز جائز ہے۔

(عنایۃ شرح ھدایہ علی حامش فتح القدیر ص 261 ج 1)

www.sirat-e-mustaqeem.com

خلاصہ کلام یہ کہ اس حدیث کو دلیل و حجت بنانے والے خود اس کے باقی ایک حصے کے عملاً منکر ہیں۔

(۱۷) عداوت اہل حدیث میں حدیث رسولؐ کا انکار

مبتدعین دیابنہ کی اہل حدیث کے رد میں لکھی ہوئی معروف کتاب (حدیث اور اہل حدیث) کے صفحہ 538 میں صحیح بخاری ص160 ج1 اور مسلم ص204 ج1 (واللفظ للمسلم) کے حوالے سے یہ حدیث لکھی ہوئی ہے کہ

((عن زید بن ارقم قال کنا نتکلم فی الصلوۃ یکلم الرجل صاحبه و هو الی جنبه فی الصلوۃ حتی نزلت و قوموالله قنتین فامرنا بالسکوت و نهینا عن الکلام))

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نماز میں باتیں کر لیا کرتے تھے ایک شخص دوسرے شخص سے جو اس کے پہلو میں ہوتا نماز میں باتیں کر لیا کرتا تھا حتی کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ کھڑے رہو اللہ تعالیٰ کے حضور میں عاجزی کے ساتھ' تو ہمیں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا اور بات سے منع کر دیا گیا۔ اس حدیث سے مبتدعین دیابنہ کا نماز میں گفتگو کرنے کی ممانعت پر استدلال ہے' جو بلا شبہ درست اور صحیح ہے کہ نماز میں گفتگو اور کلام نہ کرنا چاہیے کہ اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ مگر قارئین کرام آپ حیران ہونگے کہ اس بات کو مبتدعین دیابنہ صرف اور صرف رد اہل حدیث میں ہی قبول کرتے ہیں ورنہ یہ لوگ اس حدیث کو اپنی زندگی سے باہر نکال چکے ہیں تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ یہ حدیث اس بات کی دلیل واضح اور حجت قاطع ہے کہ نماز کی اصلی حالت سکوت ہے۔ اور نماز میں جہر صرف اور صرف وہاں ہی کیا جائے گا جہاں نص سے جہر ثابت ہو گا مگر آج کی پوری دیوبندی جماعت اس حدیث کو نظر انداز کر کے بغض اہل حدیث اور عداوت سنت میں یہ عام اعتراض کرتے ہیں کہ: قرآن و سنت سے ثناء تعوذ کا آہستہ پڑھنا' مقتدی کا تکبیرات آہستہ کہنا' سلام رکوع و سجود کی تسبیحات وغیرہ آہستہ پڑھنا ثابت نہیں ہیں۔ (دیکھئے' تحفہ اہل حدیث 91)

www.sirat-e-mustaqeem.com

دیکھا آپ نے کہ مبتدعین دیابنہ نھینا عن الکلام کو تو مانتے ہیں مگر بغض سنت اور عداوت اہل حدیث میں "فامرنا بالسکوت" کی نفی کر کے جماعتی سطح پر صحیح حدیث کا انکار کر کے اپنی آخرت خراب کر رہے ہیں۔

(۱۸) نماز وتر کی تعداد رکعات

مبتدعین دیابنہ کا مؤقف ہے کہ وتر واجب ہیں' اس کی دلیل دیتے ہوئے مولوی انوار خورشید لکھتا ہے کہ

((عن ابی ایوب الانصاری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الوتر حق واجب علی کل مسلم مسند احمد صحیح ابن حبان بحوالہ الدرایہ منحۃ المعبود فی ترتیب مسند الطیالسی ص 119 ج 1 و دار قطنی ص22ج2)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وتر حق ہیں 'واجب ہیں' ہر مسلمان پر۔ (حدیث اور اہل حدیث 548)

اس روایت سے مبتدعین دیابنہ کا نماز وتر کے واجب ہونے کا استدلال ہے۔

تبصرہ: اولاً یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ مسند احمد ابن حبان اور مسند طیالسی میں قطعاً نہیں بلا شبہ درایہ میں واجب کے لفظ کو حافظ ابن حجر نے مذکورہ کتب کی طرف منسوب کیا ہے مگر یہ تصحیف ہے کیونکہ (التلخیص الحبیر ص13ج2) میں صرف دار قطنی کی طرف منسوب کیا ہے اور یہی صحیح ہے۔

ثانیاً: واجب کا لفظ کہنے میں راوی ابن حسان سے غلطی ہوئی ہے جیسا کہ اسی روایت کے آگے امام دار قطنی نے صراحت کی ہے۔ (سنن دار قطنی ص22ج2)

ثالثاً: پوری حدیث اس طرح ہے کہ

((الوتر حق علی کل مسلم من احب ان یوتر بخمس فلیفعل ومن احب ان یوتر

www.sirat-e-mustaqeem.com

بثلاث فلیفعل ومن احب ان یوتر بواحد فلیفعل))

یعنی ہر مسلمان پر وتر لازم و ثابت ہیں، جو شخص پانچ پڑھنے پسند کرے وہ ایسا ہی کرے۔ اور جو شخص تین پڑھنا پسند کرے وہ ایسا ہی کرے اور جو شخص وتر ایک ہی پڑھنا پسند کرے وہ ایسا ہی کرے۔

(ابو داود ص201ج1 و نسائی ص202ج1 و ابن ماجہ 84 و طحاوی 200، و دار قطنی ص23ج2، و مستدرک حاکم ص303ج1، و مسند احمد ص418ج5، و مسند فردوس ص142ج5)

قارئین کرام! آپ مبتدعین دیابنہ کے مقتدا اعظم کی ہیرا پھیری کو بخوبی سمجھ گئے ہوں گے کہ متن روایت کو پورا نقل کیوں نہیں کیا، اس لئے کہ اس حدیث سے پانچ اور ایک عدد وتر ثابت ہوتا ہے اور یہ بات دیابنہ کے بدعی مسلک کے خلاف تھی اس کے لیے انوار خورشید نے یہ مخلص تلاش کیا کہ متن حدیث کو ہی آدھا نقل کیا پھر غیر مترجم کتب کا حوالہ نقل کر دیا کہ اگر کوئی اردو خواں اس کی تحقیق کرنا چاہے تو حقیقت حال کو بھانپ نہ سکے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

قارئین کرام! آپ نے دیکھا کہ اس روایت کے ایک حصے کو مبتدعین دیابنہ قبول کرتے ہوئے اس سے وتر کے واجب ہونے پر استدلال کرتے ہیں مگر اسی روایت کے دوسرے حصے کو تقلیدی ہاتھ کی صفائی سے چھپا جاتے ہیں بلکہ ماننے کو تیار نہیں اس کے باوجود دعویٰ اہل سنت اور علوم نبوی کے وارث ہونے کا ہے۔

(۱۹) نماز وتر میں مسنون قراۃ

نماز وتر میں مسنون قراۃ یہ ہے کہ نماز پڑھنے والا پہلی رکعت میں "سبح اسم ربك الاعلی" اور دوسری رکعت میں "قل یا یها الکفرون" اور تیسری رکعت میں "قل هو الله احد" تلاوت کرے۔ اس پر متعدد احادیث موجود ہیں جن کو مبتدعین دیابنہ کے

www.sirat-e-mustaqeem.com

محقق العصر مولوی انوار خورشید نے درج کر کے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ وتر کی تین رکعتیں ہیں۔

(حدیث اور اہل حدیث 556)

ان کا یہ استدلال محل نظر ہونے کے باوجود یہ احادیث ان کے مذہب کے خلاف ہیں وہ ایسے کہ اگر کوئی شخص ان احادیث پر عمل کرتے ہوئے مسنون قرأت کرے تو حنفیہ کہتے ہیں کہ یہ مکروہ ہے کیونکہ قرآن کی بعض سورتوں کو نماز میں قرأت کے لیے خاص کرنا جائز نہیں ہے۔

(ھدایہ مع فتح القدیر ص293 ج1 والبحر الرائق ص43 ج2 وفتاوی شامی ص544 ج1)

پھر اس پر انہوں نے جو دلائل نقل کیے ہیں انہیں پڑھ کر ان کی حالت زار پر ترس بھی آتا ہے اور بے ساختہ ہنسی بھی آجاتی ہے کہ یہ حضرات فقہاء ہیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ حنفی ان احادیث کو صحیح و درست جان کر استدلال بھی کرتے ہیں مگر انہیں روایات سے جو دوسرا مسئلہ ثابت ہوتا ہے جو ان احادیث کی بنیادی روح ہے اس کا محض شخصیت پرستی کی وجہ سے انکار کرتے ہیں اور دعوی اہل سنت کا کرتے ہیں۔ فانا للہ......

(۲۰) فجر کی سنتیں پڑھ کر کلام کرنا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا راویہ ہیں کہ:

(ان النبی ﷺ کان اذا صلی سنة الفجر فان کنت مستیقظة حدثنی والا اضطجع حتی یؤذن بالصلوة)

یعنی نبی ﷺ جب صبح کی سنتیں پڑھ لیتے اگر میں جاگ رہی ہوتی تو آپ مجھ سے باتیں کرتے ورنہ لیٹ جاتے حتی کہ آپ کو نماز کی اطلاع کی جاتی۔

(صحیح بخاری ص155 ج1 و مسلم ص255 ج1)

یہ روایت مبتد عین دیابنہ پیش کر کے یہ مسئلہ ثابت کرتے ہیں کہ سنت فجر پڑھ کر اضطجاع (دائیں پہلو پر لیٹنا) کرنا سنت نہیں ہے۔ (حدیث اور اہل حدیث ٦١٠)

www.sirat-e-mustaqeem.com

مگر اس حدیث سے جو یہ ثابت ہوتا ہے کہ سنت فجر کے بعد اور فرائض پڑھنے سے قبل گفتگو بلا کراہت جائز ہے اس کے مبتدعین دیابنہ منکر ہیں۔احناف کے بعض فقہاء کا قول ہے کہ سنت فجر کے بعد بات چیت کرنے سے سنت فجر باطل ہو جاتی ہیں۔اور جمہور فقہاء احناف کا یہ مؤقف ہے کہ سنت فجر باطل تو نہیں ہوتیں البتہ ثواب میں فرق آجاتا ہے۔

(درس ترمذی ص182ج2)

صاحب در مختار لکھتا ہے کہ:

((ولو تکلم بین السنة والفرض لا یسقطها ولکن ینقص ثوابها))

یعنی اگر سنت فجر اور فرض کے درمیان گفتگو کی تو سنتیں باطل تو نہ ہو نگی البتہ ان کے ثواب میں کمی واقع ہو جائے گی۔ (در مختار مع شامی ص19ج2)

یہی مؤقف علامہ ابن نجیم حنفی نے کنز الدقائق کی شرح البحر الرائق ۴۹/ ۲ میں حنفیہ کا بیان کیا ہے۔

الغرض اس حدیث کے نصف حصے کو تو حنفی مانتے ہیں مگر کلام کرنے کے حصے کو تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ جائز نہیں' حتیٰ کہ اگر کسی نے کلام کر لیا تو اس کے ثواب میں کمی واقع ہو جائے گی۔انا للہ وانا الیہ راجعون

فرض کیجئے کہ کوئی شخص صبح کی سنتیں گھر میں ادا کرتا ہے اور اس کی بیوی جاگ رہی تھی اور اس شخص نے اسوۂ رسول علیہ التحیۃ والسلام پر عمل کرتے ہوئے اپنی رفیقہ حیات سے دکھ سکھ یا کسی سلسلہ میں بات کر لی تو حنفی کہتے ہیں کہ اس کے ثواب میں کمی واقع ہو گئی ہے۔سوال یہ ہے کہ کیا اسوۂ حبیب ﷺ پر عمل کرنے سے بھی کسی کار خیر کے ثواب میں کمی واقع ہوتی ہے۔

(۲۱) قضاء نماز پڑھنے کا وقت

آنحضرت ﷺ نے صبح کی نماز کے بعد سورج طلوع ہونے تک اور عصر کی نماز

کے بعد سورج غروب ہونے تک نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔یہ حدیث متعدد صحابہ کرام سے مروی ہے مثلاً:

(۱)حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ۔(بخاری ص82ج1 و مسلم ص275ج1)

(۲)حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ۔(بخاری ص82ج1 و مسلم ص275ج1)

(۳)حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ۔(بخاری ص82ج1' و مسلم ص275ج1)

مبتدعین دیابنہ کا ان احادیث سے یہ استدلال ہے کہ اگر سنت فجر رہ جائیں تو سورج طلوع ہونے سے پہلے ان کی قضاء نہیں پڑھ سکتا۔وجہ استدلال یہ ہے کہ مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ فجر کی نماز کے بعد سورج طلوع ہونے تک اور عصر کی نماز کے بعد سورج غروب ہونے تک کوئی نماز جائز نہیں۔

(حدیث اور اہل حدیث 621)

مگر آپ حیران ہونگے کہ سنت فجر کو تو طلوع آفتاب سے قبل یہ کہہ کر منع کر رہے ہیں کہ کوئی نماز جائز نہیں لیکن دیگر قضاء نمازوں کے سلسلہ میں اپنی اس ساری فقاہت کو بھول جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ:

((ولا باس بان یصلی فی ھذین الوقتین الفوائت))

یعنی ان دونوں مکروہ اوقات میں قضاء نمازوں کو پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(ھدایہ مع فتح القدیر ص207ج1)

الغرض اگر زید کی صبح کی سنتیں رہ جائیں تو اسے اس حدیث کی بنا پر طلوع آفتاب سے قبل پڑھنے سے منع کرتے ہیں لیکن اگر زید عشاء کی قضاء نماز کو طلوع آفتاب سے پہلے یا غروب شمس سے پہلے ادا کرے تو اسے اجازت عنایت کرتے ہیں۔گویا حدیث کو مطلب بر آری کے لیے قبول بھی کرتے ہیں اور مقصد کے مخالف ہونے کی صورت میں رد بھی کرتے ہیں اس پر مزید دھوکا یہ کہ ہم خالص اہل سنت ہیں۔انا للہ وانا الیہ راجعون

www.sirat-e-mustaqeem.com

(۲۲) سنتوں کی قضاء

متعدد احادیث صحیحہ سے سنت کی قضاء رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے' آیئے ہم آپ کو ایک ایسی حدیث کی نشان دہی کریں جس سے یہ مسئلہ ثابت ہوتا ہے۔اور مبتدعین دیابنہ اس حدیث کو دلیل و حجت بنانے کے باوجود اس مسئلہ کو تسلیم نہیں کرتے' چنانچہ مبتدعین دیابنہ کا محقق مولوی انوار خورشید نماز مغرب سے قبل عدد رکعت نفل کے عدم پر دلیل دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ

((عن جابر قال سالنا نساء رسول الله صلى الله عليه وسلم هل رأتين رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلى الركعتين قبل المغرب فقلن لا غير ان ام سلمة قالت صلاهما عندى مرة فسالته ما هذه الصلوة فقال نسيت الركعتين قبل العصر فصليتهما الان))

(رواہ الطبرانی فی کتاب مسند الشامیین بحوالہ نصب الرایہ ص141ج2)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات سے پوچھا کہ کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ کو مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعت نفل پڑھتے دیکھا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ نہیں سوائے اس کے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ایک مرتبہ آپ نے دو رکعتیں میرے پاس پڑھیں تو میں نے آپ سے سوال کیا کہ یہ کون سی نماز ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ میں عصر سے پہلے دو رکعتیں پڑھنا بھول گیا تھا وہ میں نے اب پڑھی ہیں۔(حدیث اور اہل حدیث626)

گو یہ روایت سند کے لحاظ سے ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں یحیٰی بن ابی الحجاج الاھتمی راوی لین الحدیث ہے۔ تقریب 374اور اس کا شیخ عیسٰی بن سنان الحنفی بھی لین الحدیث ہے۔ تقریب 271۔ مگر مبتدعین دیابنہ اس سے استدلال کرتے ہیں۔ لیکن اسی حدیث سے جو یہ ثابت ہوتا ہے کہ سنن کی بھی قضاء ہے اسکے منکر ہیں اور صاف کہتے ہیں کہ

www.sirat-e-mustaqeem.com

صرف وتر اور فرائض کی قضاء لازم ہے باقی کسی کی نہیں۔حالانکہ مذکورہ حدیث سے سنن کی قضاء کا مسئلہ ثابت ہوتا ہے۔الغرض اس کے نصف حصے کو مطلب بر آری کے لیے تسلیم کرتے ہیں مگر نصف کو تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں۔

(۲۳) حیلہ نماز کارد اور کفارہ نماز کی تردید

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے جس میں الفاظ نبویؐ ہیں:

((من نسی عن صلوة فلیصلها اذا ذکر ها لا کفارة لها الا ذلك))

یعنی جو شخص نماز پڑھنا بھول جائے تو اسے چاہیے کہ جب یاد آئے تو نماز کو پڑھ لے اس کے علاوہ اس کا کوئی کفارہ نہیں۔(بخاری ص84 ج1 و مسلم ص241 ج1' واللفظ للمسلم)

اس حدیث سے مبتدعین دیابنہ قضاء نماز کو پڑھنے کے وجوب پر استدلال کرتے ہیں۔

(حدیث اور اہل حدیث 696)

مگر آپ حضرات حیران ہونگے کہ اسی حدیث سے یہ مسئلہ بھی ثابت ہو رہا ہے کہ اگر نماز کسی وجہ سے رہ جائے تو اس کا کفارہ صرف اور صرف یہ ہے کہ اس کو پڑھا جائے اس کے علاوہ قضاء نماز کا کوئی کفارہ نہیں ہے لیکن اس مسئلہ کو مبتدعین دیابنہ تسلیم نہیں کرتے اور قضاء نماز کا مالی کفارہ بھی تسلیم کرتے ہیں۔

مولانا سرفراز خاں صفدر فرماتے ہیں کہ اگر کسی عاقل اور بالغ کے ذمہ کچھ نمازیں باقی ہوں اور اس حالت میں اس کی وفات ہو جائے تو فقہاء کرام نے روزہ پر قیاس کرتے ہوئے اس کے لیے فدیہ تجویز کیا ہے۔

(راہ سنت 278)

پھر اس فدیہ کو بھی جس حیلہ سے ادا کرنا ہے اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ: ایک صاع گندم ایک فرض نماز کا اور نصف صاع گندم نماز وتر کا جس کو میت کے مال کے تیسرے حصے سے ادا کیا جائے گا' اگر بالفرض میت کی وراثت اتنی نہیں تو تب چند نمازوں کی

www.sirat-e-mustaqeem.com

مقدار کے برابر گندم کسی مسکین کو دے دیں اور پھر مسکین میت کے وارثوں میں سے کسی پر صدقہ کر دے اسی طرح ہی گندم کو چند بار گھمایا جائے حتی کہ میت کی تمام قضاء نمازوں کا فدیہ پورا ہو جائے۔(البحر الرائق ص 91ج2)

خلاصہ کلام یہ کہ دیابنہ اس حدیث کو قضاء کے وجوب کی دلیل دیتے ہوئے تو قبول کرتے ہیں مگر تردید فدیہ کے منکر ہیں۔انا للہ وانا الیہ راجعون

حالانکہ یہ مسئلہ ان کی دلیل بنائی ہوئی حدیث میں موجود ہے مگر تقلید کی وجہ سے آدھی کو مانتے ہیں اور آدھی کے منکر ہیں۔

نوٹ :اس مسئلہ پر تفصیل سے بحث راقم کی تالیف دین الحق حصہ دوم میں ملاحظہ کریں جو کتابت کے مرحلہ سے گزر چکی ہے۔اللہ کرے اس کی طباعت کا بھی کوئی ذریعہ پیدا ہو جائے۔ابو صہیب' 21 شعبان المعظم 1420ھ

(۲۴)سفر کی حالت میں سنتیں پڑھنا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت اٹھائی ہے۔آپ علیہ السلام سفر میں دو رکعت سے زیادہ نماز نہیں پڑھتے تھے۔

(بخاری ص129ج1 و مسلم ص242ج1)

اس حدیث سے مبتدعین دیابنہ کا وجوب قصر پر استدلال ہے۔

(حدیث اور اہل حدیث ص ۷۲۶)

مگر اسی حدیث سے یہ مسئلہ بھی ثابت ہو رہا ہے کہ حالت سفر میں نوافل ادا کرنا جنہیں عرف عام میں سنتیں کہا جاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کا معمول نہ تھا' حالانکہ مبتدعین دیابنہ کا مؤقف ہے کہ نوافل رواتب (سنتیں) پڑھنے چاہئیں' حدیث اور اہل حدیث 738۔الغرض مبتدعین کی عجیب حالت ہے کہ مطلب بر آری کے لیے اس سے استدلال بھی کرتے ہیں مگر تقلیدی مسائل میں اسی حدیث کا انکار بھی کرتے ہیں۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

(۲۵) نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ

سنن نسائی ص228 ج1 میں حضرت ابی امامۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

((السنة فی الصلوة علی الجنازة ان یقرأ فی التکبیر ة الا ولی بام القرآن مخافة ثم یکبر ثلثا و التسلیم عند الاخرة))

یعنی نماز جنازہ میں سنت یہ ہے کہ پہلی تکبیر کے بعد سورہ فاتحہ کو آہستہ پڑھا جائے' پھر تین تکبیریں کہی جائیں' جن کے آخر میں سلام پھیرا جائے۔ اس حدیث سے مبتدعین دیابنہ کا نماز جنازہ کو آہستہ پڑھنے پر استدلال ہے۔

(حدیث اور اہل حدیث 877)

مگر آپ حیران ہونگے کہ اسی حدیث سے یہ ثابت ہو رہا کہ نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کی قرأة کرنا بھی عمل نبوی علیہ التحیۃ والسلام ہے۔ لیکن کتنے افسوس کی بات ہے کہ مبتدعین اس سے نماز جنازہ کو آہستہ پڑھنے پر استدلال کرتے ہیں مگر اسی حدیث سے ثابت دوسرے مسئلہ کا انکار بھی کرتے ہیں۔ ان سے ان کا دعویٰ پوچھو تو جھٹ کہتے ہیں کہ ہم اہل سنت ہیں۔